مولانا ابو سلمان شاہجہانپوری

حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ اپنے وقت کے بہت بڑے محدث اور عالم دین تھے۔ ان کی شہرت پاک و ہند سے گذر کر پورے عالم اسلام تک پہنچ چکی تھی۔ ان کا تبحر علمی اور فضائل و کمالات اسلامی علوم و فنون اور نظر و مطالعہ کے کسی ایک دائرے میں محدود نہ تھے لیکن کتاب و سنت کی تدریس اور تعلیم سے ان کا شغف غیر معمولی تھا۔ اسلاف کے مقابلہ میں ان کا شمار اگرچہ اخلاف میں ہوا اور ترتیب زمانی میں انہوں نے جگہ سب سے آخر میں پائی۔ لیکن فضائل علمی اور محاسن سیرت کی ایک ایسی نادر روزگار شخصیت تھے کہ اگر پہلے آتے تو صدر نشین بزم علمائے سلف ہوتے۔

مولانا محمد اسماعیل مرحوم ۱۹۰۱ء میں گوجرانوالہ کی تحصیل وزیرآباد کے ایک گاؤں "ڈھونی کے" میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام محمد ابراہیم تھا جو ایک متقی، عالم دین اور اپنے وقت کے اعلیٰ پایہ کے خوشنویس تھے۔ تعلیم کی ابتدا والد ماجد کی نگرانی میں کی۔ جب ذرا بڑے ہوئے تو انہیں حافظ عبدالمنان صاحب کے مدرسہ تقویۃ العلوم وزیرآباد میں داخل کر دیا گیا۔ حضرت حافظ صاحب اپنے وقت کے بہت بڑے محدث تھے۔ حافظ صاحب کی خدمت میں تحصیل حدیث کے بعد انہوں نے سیالکوٹ، امرتسر اور دہلی کا سفر کیا اور مشہور علمائے حدیث کی خدمت میں رہ کر فن حدیث میں تبحر حاصل کیا۔

۱۹۲۱ء سے انہوں نے عملی زندگی میں قدم رکھا۔ گوجرانوالہ کو انہوں نے اپنی تبلیغی و تدریسی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور کامل پچاس برس تک وہ نہایت انہماک، دلسوزی اور جانکاہی سے دین و

ملت کی خدمات میں مصروف رہے۔ اس مدت میں ملک میں بڑے بڑے انقلاب آئے، انہیں مشکلات ومصائب کا سامنا کرنا پڑا اور عہدہ و مناصب کی ترغیب کی آزمائشوں سے گذرنا پڑا لیکن نہ مصائب ان کو ہراساں کر سکے اور نہ کوئی ترغیب ان کے عزم کو متزلزل کر سکی۔ انہوں نے خدمت دینی کا جو عہد خدا سے باندھا تھا، اس کے تقدس پر آنچ نہ آنے دی۔

ان کی خدمت کا کوئی ایک دائرہ اور کوئی ایک بندھا ٹکا اسلوب نہ تھا، اللہ تعالےٰ نے انہیں علم وعمل کے بے شمار خصائص وکمالات سے نوازا تھا۔ وہ تمام علوم دینی و معارفِ کتاب وسنت پر گہری نظر رکھتے تھے۔ سیاست میں صاحب وفکر رائے تھے، تحریر و تقریر میں انہیں یکساں کمال حاصل تھا۔ وہ بے پناہ علمی اور تنظیمی صلاحیتوں کے مالک تھے۔

انہوں نے جس شوق وانہماک سے جماعت اہل حدیث کو منظم اور فعال بنانے کا حصہ لیا، اسی دلسوزی کے ساتھ تمام مسلمانوں کی اصلاح وتعلیم میں دلچسپی لی اور اس جذبۂ صادق کے ساتھ تحریک آزادی اور ملک وقوم کی تعمیر وترقی میں اپنا فرض ادا کیا۔ وہ جہاں اور جس دائرے میں رہے، بلند وارجمند رہے، جن افراد اور تحریکوں سے وابستہ ہوئے علم وبصیرت کے ساتھ نہ صرف ان کا ساتھ دیا بلکہ راہنمائی کی۔ ان کا دستِ تعاون پورے اخلاص کے ساتھ ہر کسی کی طرف بڑھا لیکن تقلید کی آلودگی سے ان کا دامن ہمیشہ پاک رہا۔ ان کے شاہین فکر کے لئے ان پستیوں میں بسیرا کرنا باعثِ ننگ تھا، ان کی نظر و بصیرت ہمیشہ تحقیق واجتہاد کے جہان تازہ کی تلاش میں رہی۔ استخلاص وطن کی جدوجہد میں انہوں نے علمائے حق کے اس گروہ کا ساتھ دیا جو اپنی حق پرستی اور حریت نوازی میں ہمیشہ ممتاز رہا ہے جن کا تعلق مختلف واسطوں اور سلسلوں سے حضرت اسماعیل شہیدؒ، شاہ عبدالعزیزؒ، اور حکیم الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے ملتا ہے۔ جمعیت طلبائے ہند، مجلس خلافت، مجلسِ احرارِ اسلام وغیرہ ان کے سیاسی مساعی کے مختلف میدان تھے۔

۱۹۲۰ء میں تحریک عدم تعاون سے لے کر ۱۹۵۲ء کی قادیانی تحریک تک تمام تحریکات میں حصہ لیا۔ وہ اپنی حریت نوازی اور جرمِ حق کوشی میں متعدد بار قید وبند کے مراحل سے گزر کر سنتِ یوسفی پر بھی عمل پیرا ہو چکے تھے۔

انہوں نے اپنی تعلیم و تربیت سے سینکڑوں اصحاب علم وعمل تیار کر دیئے جنہوں نے ادب وشعر، تصنیف وتالیف، درس وتدریس اور علمی وعملی زندگی کے مختلف گوشوں میں شہرت حاصل کی۔ ان کے تلامذہ میں مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا محمد اسحاق بھٹی، رشید اختر ندوی پروفیسر غلام احمد حریری، مولانا قاضی مقبول احمد، مولانا ابویحیٰ امام خان، مولانا محمد اسماعیل ذبیح، حکیم عبدالرحمان خان نفسر، مولانا محمد ابراہیم خلیل، مولانا عبدالرحمٰن واصل، مولانا محمد عبداللہ، مولانا معین الدین لکھنوی (اوکاڑوی) مولانا نور حسین گرجاکھی، مولانا حافظ عبدالمنان، مولانا بشیر الرحمٰن، مولانا محمد الیاس ندوی، سید عبدالغنی شاہ کامونکی، شیخ عبدالعزیز نجدی وغیرہم اہل علم کے علاوہ خود آپ کے صاحبزادگان گرامی پروفیسر مولانا محمد صاحب، حکیم محمود صاحب اور محمد داؤد صاحب جو آپ کی اسلامی تعلیم و تربیت کا نمونہ ہیں، محتاج تعارف نہیں۔

مولانا محمد اسماعیل علیہ الرحمۃ نے اپنے پیچھے صالح وسعید اولاد صلبی کے علاوہ بصورت تصانیف ومضمون، اولاد معنوی بھی اپنی یادگار چھوڑی ہے جو لوگوں کی اصلاح اور انکی ہدایت کا باعث ہوگی۔ مختلف علمی مباحث و موضوعات پر بعض دینی مسائل کی تشریح میں اور بعض غیر علمی خیالات کی تردید میں انہوں نے بہت سے بلند پایہ تحقیقی مقالات تحریر فرمائے جن میں سے بعض کتابچوں کی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔ چند یہ ہیں:

اسلامی حکومت کا مختصر خاکہ، مسئلہ حیات النبی، جماعت اسلامی کا نظریۂ حدیث، حدیث کی تشریعی حیثیت، مقامِ حدیث قرآن کی روشنی میں، مسئلہ زیارتِ قبور، تحریک اہل حدیث اور اس کی خدمات، عید الفطر اور اس کے احکام ومسائل، تحریک آزادیٔ فکر، اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی تجدیدی مساعی (مسلک اہل حدیث پر مضامین کا مجموعہ) عید عہد نبوت میں، حجیت حدیث کے موضوع پر ایک اور معرکۃ الآرا مضمون کے علاوہ تراجم وشروح میں جو ابھی تک غیر مطبوعہ ہیں، مشکوٰۃ شریف کا ترجمہ (تقریباً نصف) سبعہ معلقہ کا ترجمہ مع مقدمہ وتشریحات وغیرہ آپ کے آثار علمی ہیں۔

مولانا محمد اسماعیل علیہ الرحمۃ نے جماعت اہل حدیث کی تنظیم، اس کی شاخوں کے قیام، مدارس دینیہ کے اجراء، مساجد کی تعمیر کے سلسلہ میں تنہا جو کارنامہ انجام دیا، وہ جماعتوں

کی منظم کوششوں سے کرنے کا تھا۔ ان کی مساعی جمیلہ میں کامیابی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ گوجرانوالہ میں جب انہوں نے درس و تدریس اور تبلیغ و اشاعت کے میدان میں قدم رکھا تو بقول ایک فاضل مضمون نگار کے وہاں صرف سات اہلحدیث تھے اور ایک اہلحدیث مسجد تھی۔ اور نصف صدی کے بعد جب انہوں نے اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی تو ۵۴ ویں مسجد زیر تعمیر تھی۔

مولانا محمد اسماعیل نے اہل حدیث کو منظم کیا، جماعت کی تشکیل کی، مولانا داؤد غزنویؒ کو جماعت کا امیر مقرر کیا گیا اور مولانا علیہ الرحمۃ کو اس کی نظامت سپرد ہوئی۔ مولانا غزنویؒ کے انتقال کے بعد جماعت کی امارت کی ذمہ داری بھی آپ ہی پر آگئی۔ صبح کو درسِ قرآن حکیم جمعہ کو خطابت، عام دینی و سیاسی مجامع میں تقاریر، کانفرنسوں کا انعقاد، مدرسہ میں درس و تدریس اور جماعتی کاموں کے مسلسل سفر سے، پھر ہر حالت میں مطالعہ و تحریر کا کبھی نہ ٹوٹنے والا سلسلہ زندگی کے ساتھ تھا، ان کی زندگی کی مصروفیت اور شب و روز کے معمولات دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔

مولانا مرحوم نہایت مخلص، بے ریا، متواضع، خلیق، سادہ دل، نیک نفس، متقی، پرہیزگار، شہرت و ناموری سے گریزاں اور عہدہ و منصب سے بے نیاز زاہد، شب زندہ دار، تمسک بالکتاب اور عمل بالحدیث کے نہایت شائق اور فکر و نظر اور علم و عمل میں اسلاف کرام کا کامل نمونہ تھے۔

بالآخر یہ آفتابِ علم و فضل نصف صدی تک اپنی نورانی کرنوں سے دنیائے علم و عمل کو روشن کرتے اور عالم انسانی کو اپنی فکر و نظر سے راہِ عمل دکھاتے اور ہدایت و ارشاد کے بعد ۲۰ فروری ۱۹۶۸ء کو غروب ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم و مغفور سے مولانا محمد اسماعیل علیہ الرحمۃ کو خصوصی تعلق تھا۔ وہ آپ کے علم و فضل، تدبر و بصیرت اور فکر و نظر کے بہت معترف تھے۔ مولانا آزاد مرحوم پر جب بھی کسی طرف سے کوئی حملہ ہوا، جماعت اہل حدیث کے ترجمان "الاعتصام" نے ان کے دفاع کا فریضہ ادا کیا اور تلبیس و تلبیس کا پردہ چاک کر کے حق کو واضح اور آشکارا کر دیا۔

ملی و سیاسی معاملات میں وہ مولانا آزاد کی رہنمائی اور ان کی بصیرت و تدبر پر یقین رکھتے تھے۔ انہوں نے مولانا علیہ الرحمۃ کے دستِ حق پرست پر بیعت بھی کی تھی۔ حافظ احمد شاکر صاحب لکھتے ہیں:

"۱۹۲۱ء کو جب مولانا آزاد علیہ الرحمۃ اپنی جماعت حزب اللہ کی بیعت کے سلسلہ میں لاہور تشریف لائے تو مولانا (محمد اسماعیل مرحوم) لاہور آئے اور مولانا ابوالکلام آزاد کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی۔"

محمد حنیف یزدانی صاحب بھی لکھتے ہیں:

"تحریک آزادی کے دنوں میں انگریز کے خلاف جہاد کرنے کے لئے مولانا ابوالکلام آزاد کے ہاتھ پر بیعت کی۔"

لیکن یہ بیعت حزب اللہ میں شمولیت یا انگریزوں کے خلاف صرف جہاد کے لئے نہ تھی بلکہ یہ بیعت تنظیم جماعت کے لئے اپنی علمی و عملی صلاحیتوں کو وقف کر دینے اور کامل درجہ کی اسلامی و شرعی زندگی گذارنے کے متعلق تھی۔

ماخذ: اس مضمون کی تیاری میں حضرت مرحوم کے سوانح حیات، خدمات، فضائل محاسن اور تعزیت میں مولانا غلام مصطفےٰ قاسمی صاحب (الرحیم حیدرآباد سندھ بابت ماہ مارچ ۱۹۶۸ء) مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب (امروز لاہور ۲۹ فروری ۱۹۶۸ء) شورش کاشمیری صاحب (ہفت روزہ چٹان لاہور) محمد حنیف یزدانی صاحب (ہفت روزہ چٹان لاہور) محمد حنیف یزدانی صاحب (ہفت روزہ چٹان لاہور مورخہ ۶ مارچ ۱۹۷۲ء) حافظ احمد شاکر صاحب (ہفت روزہ الاعتصام لاہور مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۶۹ء) جناب شاہد صاحب (ہفت روزہ المنبر لائل پور مورخہ ۱۱ ذوالحجہ ۱۳۸۸ھ) منیر احمد صاحب (اہل حدیث کی نمایاں شخصیات - ایک کتابچہ) کے مضامین سے کم و بیش استفادہ کیا گیا ہے۔